انٹرنیٹ ایڈیشن

مجلہ

افکارِ قاسمی

مئی - تا - جولائی ۲۰۲۱ء

امداد کے فیضان کی تاثیر دیو بند ❋ قاسم کے ہے افکار کی تعبیر دیو بند

زیر نگرانی

مولانا کلیم احمد قاسمی

مدیر اعزازی

ناصر الدین مظاہری



پیشکش الغزالی اردو فورم www.algazali.org



مجلہ

افکارِ قاسمی

مئی - تا - جولائی 2021

زیر سرپرستی
مولانا مبارک علی مظاہری

زیر نگرانی
مولانا کلیم احمد قاسمی

مدیر اعلیٰ
مفتی جسیم الدین شرر قاسمی

مدیر التحریر
مولانا محمد داؤد الرحمٰن علی

مدیرہ شعبہ خواتین
معلمہ زنیرہ عقیل

کمپوزنگ
احمد عدیل غزالی

الغزالی

- دینی، علمی، اصلاحی، کمپوز شدہ مضامین قابل قبول ہوں گے۔
- نزاعی اور اختلافی نیز سیاسی مضامین شائع نہیں ہوں گے۔
- مضمون نگاروں کی تمام آراء سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔
- تمام کمپوز شدہ مضامین صرف بذریعہ ای میل ارسال کریں۔
- ہر شمارہ ڈاؤنلوڈ کر کے محفوظ کرلیں ای میل سے نہیں بھیجا جائے گا۔

الغزالی اُردو فورم www.algazali.org

فہرست مضامین

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

website:www.algazali.org   Email:qasmimag@gmail.com

اداریہ

مدیر التحریر

اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں ایک بار پھر رمضان المبارک کے مبارک مہینہ سے نوازا ہے۔ رمضان المبارک اللہ رب العزت کا مہینہ ہے، اور ہم جیسے گناہ گاروں، سیاہ کاروں، خطا کاروں کے لیے ایک عظیم نعمت ہے، اس نعمت پر ہم اللہ رب العزت کا جتنا بھی شکر یہ ادا کریں وہ کم ہے۔ یہ ماہ مبارک ایمان والوں کے لیے موسم بہار کی حثیت رکھتا ہے۔ یہ ماہ مبارک اللہ رب العزت سے ہمارے رشتہ کو مضبوط کرنے کے لیے آتا ہے۔ اس ماہ مبارک میں رحمت خداوندی کا دریا ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریا کی مانند ہوتا ہے۔ اس ماہ مبارک میں روحانیت میں ترقی اور نورانیت میں اضافہ ہوتا ہے، اس ماہ مبارک میں کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا جاتا، کسی طالب کو ناکام نہیں رکھا جاتا بلکہ رب ذوالجلال کی طرف سے ہر خواص وعام کے لیے رحمت و بخشش کی صدائے عام دی جاتی ہے۔

یہ وہ ماہ ہے جس کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا عشرہ مغفرت اور تیسرا عشرہ جہنم سے آزادی کا ہے۔ یہ وہ ماہ ہے جسمیں قرآن کریم کا نزول ہوا۔ یہ وہ ماہ ہے جس کی آخری عشرہ میں ایک ایسی رات رکھی گئی جسمیں عبادت کا ثواب ہزار مہینوں جتنا رکھا گیا۔ یہ وہ ماہ ہے جس کے اندر دعائیں قبول ہوتی ہے۔ یہ وہ ماہ ہے جس کے اندر بخشش کی دریا بھا دیے جاتے ہیں۔

رمضان المبارک کا مہینہ اپنے دامن میں ہزاروں رحمتں و برکتیں لیے ہمارے درمیان موجود ہے۔ اللہ کا یہ مہمان جس تیزی سے ہمارے ہاں آیا تھا اسی تیزی سے ہم سے رخصت ہونے کو ہے۔ لہذا ان باقی ایام کی قدر کریں ممکن ہے اگلے سال یہ رمضان آئے اور ہم قبروں کی زینت بن چکے ہوں اس لیے غنیمت یہی ہے ان باقی ماندہ ایام کو قیمتی بنائیں، رب سے مانگیں، اپنے رب کے سامنے گڑگڑائیں، اپنے کریم رب کے ہاں ہاتھ پھیلائیں، اپنی دعاؤں میں اُمت محمد یہ ﷺ کو یاد رکھیں۔

دعا ہے اللہ پاک اس رمضان المبارک کو گزشتہ رمضان سے ممتاز کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اپنی خوشنودی و رضا حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، رمضان کے مقاصد حاصل کرتے ہوئے اس ماہ کو ہمارے لیے بخشش کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العلمین

دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

درس قرآن

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

طریقہ رابعہ

قرآن میں کل دو مضمون ہیں۔(۱) التحلیۃ بما یرضی اللہ (۲) التزکیۃ بما نہی اللہ عنہ
اوّل ''الحمد'' سے ''انعمت علیہم'' تک ہے، ثانی ''غیر المغضوب علیہم'' سے آخر تک ہے۔

طریقہ خامسہ

قرآن پاک میں دو مضمون ہیں، حمد باری تعالیٰ اور تعلق مع اللہ کے حصول کا طریقہ، اس کی تین شاخیں ہیں۔
حمد وثنا باری تعالیٰ...... ''الحمد'' سے ''مالک یوم الدین'' تک ہے۔
طریقہ حصول تعلق باللہ ''ایاک نعبد وایاک نستعین'' میں ہے، یعنی الشغل بالعبادۃ والشغل بالاستعانت، اور الشغل بالدعاء ''اہدنا الصراط'' الخ...... میں ہے۔

طریقہ سادسہ

قرآن پاک میں اثباتِ توحید اور تعلق بین الخالق والمخلوق کا بیان ہے، یہ دونوں مضمون فاتحہ میں بھی ہیں۔
اثباتِ توحید ''مالک یوم الدین'' تک...... تعلق بین الخالق والمخلوق ''ایاک نعبد''...... الخ

طریقہ سابعہ

اس سورۃ میں سوال اور عرض درخواست کی تعلیم ہے۔ پہلے القاب ہوں، جو ''الحمد للہ'' میں ہیں، پھر اپنی عاجزی کا اظہار ہو جو ''ایاک نعبد'' میں ہے، پھر مضمونِ درخواست ہو جو ''اہدنا الصراط'' الخ ...... میں ہے۔(عقد الجواھرات من خلاصۃ السور والآیات)

(جاری ہے)

☆☆☆☆

درس حدیث

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

خصوصیاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَھُنَّ نَبِیٌّ قَبْلِیْ وَلَا اَقُوْلُہٗ فَخْرًا بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَآفَّۃً الْاَحْمَرَ وَالْاَسْوَدَ وَکَانَ النَّبِیُّ قَبْلِیْ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِہٖ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ اَمَامِیْ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَآئِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطُھُوْرًا وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ فَاَخَّرْتُھَا لِاُمَّتِیْ فَھِیَ لِمَنْ لَّا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا۔ (کنز العمّال: ۱۱/۱۹۷ حصہ ۱۱ ج ۶ نشر السنۃ ملتان)

آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے ایسی پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، میں فخر سے نہیں کہتا، میں تمام سرخ وسیاہ لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں، مجھ سے پہلے نبی کو اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔ مجھے ایک مہینہ کی مسافت پر موجود دشمن پر رعب دیا گیا، میرے لئے مالِ غنیمت حلال کیا گیا جو پہلے کسی پر حلال نہ تھا۔ میرے لیے تمام زمین کو مسجد اور طہور (پاک/پاکیزہ) بنایا گیا۔ مجھے شفاعت کا حق دیا گیا میں نے اسے اپنی امت کے لئے رکھا ہے۔ پس وہ شفاعت (صرف) اس شخص کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَمُشَفَّعٍ لِوَاءُ الْحَمْدِ بِیَدِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ تَحْتَہٗ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَہٗ۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۱۹۴ حصہ ۱۱)

بغیر فخر کے کہتا ہوں کہ میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور میں سب سے پہلے قبر سے باہر آؤں گا اور سب سے پہلے سفارش کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول ہوگی، حمد کا جھنڈا قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور آدم علیہ السلام سے لے کر تمام لوگ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے یعنی میں قائد ہوؤں گا۔ یہ روایت عبداللہ بن سلام سے منقول ہے۔ (طبرانی)

(سلک المروارید من سیرۃ الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

☆☆☆☆

رمضان آیا

علاؤالدین طالب سولہاپوری

رمضان آیا، رحمت لایا

نیکیاں اونچی بنالو، سودے سستے کرلو سب، توبہ استغفار کر کے سیدھے رستے کرلو سب
دیکھو کتنا خوبصورت رب کا مہماں آ گیا، دیکھو کتنی شان والا ماہِ رمضاں آ گیا

کیا تجارت کا منافع، کیا کمائی دام کی، دنیا کی دولت اے بندے کتنے دن کے کام کی
چھوڑ دو بازارِ حسرت، حسرتِ جاں آ گیا، دیکھو کتنی شان والا ماہِ رمضاں آ گیا

روزہ داروں کے لئے یہ جاں بچھا دستر بچھا، جس طرح خدمت بنے پانی پلا کھانا کھلا
لمحہ لمحہ نیکیوں کا دست و داماں آ گیا، دیکھو کتنی شان والا ماہِ رمضاں آ گیا

دنیا داری دنیا داری کر کے تو پچھتائے گا، کیا خبر یہ زندگی میں پھر مہینہ آئے گا
توبہ کر لے، وقت ہے، بخشش کا ساماں آ گیا، دیکھو کتنی شان والا ماہِ رمضاں آ گیا

گڑگڑانے کا ہے موقع، گڑگڑا کے مانگ لو، سر جھکا کے مانگ لو اور دل بچھا کے مانگ لو
مانگ لو رو رو کے دیکھو وہ مہرباں آ گیا، دیکھو کتنی شان والا ماہِ رمضاں آ گیا

سونے والے جاگ سحری کا مزہ دیکھ لے، کر کے افطاری، تراویح کا مزہ بھی دیکھ لے
قدر کر نایاب تحفہ مسلماں آ گیا، دیکھو کتنی شان والا ماہِ رمضاں آ گیا

رمضان آیا ہے

محمد زبیر قاسمی

رمضان جگانے آیا ہے،رحماں سے ملانے آیا ہے
غفلت سے مسلماں جاگ ذرا، پیغام سنانے آیا ہے
قرآں کی تلاوت کرنے سے،عقبیٰ سے محبت رکھنے سے
ملتا ہے خدا بس ایسے ہی ،یہ بات بتانے آیا ہے
رکھ دل میں محبت عقبیٰ سے،بے رغبت ہو جا دنیا سے
ہاں دل میں بسا جو برسوں سے،وہ حرص مٹانے آیا ہے
خلوت میں آہ و زاری کر،لوگوں کی بھی غمخواری کر
ملنا ہے خدا آساں اتنا ،یہ سب سمجھانے آیا ہے
رکھ سجدے سر بس رونا ہے ،نہ رمضاں میں اب سونا ہے
رب سے ہونے کا ایماں ہو،انور کو بتانے آیا ہے۔

کرونا سے بچنے کی دعا

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

ایک صاحب جو بڑے نیک آدمی ہیں، تبلیغی جماعت سے بھی ان کا تعلق ہے۔ اُن کو رسول کریم ﷺ کی زیارت بکثرت ہوتی رہتی ہے، اُن کا مجھے ٹیلی فون آیا کہ مجھے رسول کریم ﷺ کی زیارت ہوئی، اُس خواب میں نبی رکیم ﷺ نے فرمایا تم یہ پڑھو

ا۔ تین مرتبہ سورۃ الفاتحہ ۲۔ تین مرتبہ سورۃ اخلاص ۳۔ تین سو تیرہ (313) مرتبہ **حسبنا اللہ وَنعم الوکیل** پڑھے تو موجودہ حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت رہے گی۔

یہ خواب انہوں نے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر کے مجھے سنایا کہ خواب میں مجھے یہ بتایا ہے۔ میں یہاں ایک بات عرض کردوں خواب بذات خود کوئی حجت نہیں ہوتا قرآن وحدیث کی طرح لیکن اگر اس میں کوئی بشارت دی جاتی ہے تو اس پر عمل کرنے سے عام طور پر فائدہ ہوتا ہے۔ جن صاحب نے یہ خواب دیکھا تھا انہوں نے یہ بھی کہا اگر آپ کے ذریعے اس کی تشہیر ہو جائے، لوگوں تک پہنچ جائے تو اچھا ہے اگر ہر مسلمان یہ کام کر لے تو امید ہے کہ ان شاء اللہ وہ اس وبا سے محفوظ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

اللہ ناراض ہے

مولانا سجاد احمد نعمانی صاحب

کچھ اللہ کے بندے امت میں ابھی بھی موجود ہیں جنہیں وقتاً فوقتاً رحمت دو عالم ﷺ کی زیارت اور ہمکلامی کی دولت نصیب ہوجاتی ہے۔ ایسے ہی ایک بندے کو حال ہی میں دو بار رحمت دو عالم ﷺ کا دیدار اور کچھ ارشادات سننے کا شرف حاصل ہوا۔ میری زبان لڑکھڑا رہی ہے ان باتوں کو نقل کرتے ہوئے جوان دونوں موقعوں پر اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے اس امتی سے ارشاد فرمائیں۔ لیکن امانت کے طور پر آپ تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں اور اللہ کرے سچے دل سے سب سے زیادہ میں اپنے آپ کو ہی اس کی وجہ اور مخاطب سمجھوں کسی ریاکاری کے بغیر

ایک بار زیارت کے موقع پر اللہ کے پاک رسول ﷺ بہت مغموم چہرے کے ساتھ نظر آئے اور ایک ایسے مکان میں نظر آئے جس کی چھت گر چکی تھی اور اس موقع پر آپ نے بڑے غم کے ساتھ اس بندے سے ایک جملہ ارشاد فرمایا:

”میری امت نے میرے دین کو ڈھا دیا۔“

کچھ دن کے بعد دوبارہ زیارت نصیب ہوئی تو اس بندے کے کہنے کے مطابق رحمت دو عالم ﷺ نے جو جملہ ارشاد فرمایا وہ کچھ اس طرح کا تھا کہ

”میرے اپنوں نے مجھے چھوڑ دیا۔“

کیا دنیا بھر کے حالات حرمین شریفین سے لیکر پوری دنیا کی مسجدوں تک کا بند ہوجانا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ رب ہم سے راضی نہیں ہے۔ اللہ کرے سچے دل سے یہ اعتراف ہر کسی کو ہوجائے سب سے زیادہ اس کہنے والے کو نصیب ہوجائے کہ شاید یہ میرے ہی گناہوں کی سزا مجھے مل رہی ہے۔ اس رمضان میں سب لوگ اپنے رب سے لپٹ جائیں، اللہ کو منالیں، اللہ کو راضی کرلیں، روزمرہ کے مشغلوں کو کم کردیں۔ میں نوجوانوں، بزرگوں، ماؤں، بہنوں، بیٹیوں سے عرض کرتا ہوں، اور اپنے آپ کو مخاطب کرکے کہتا ہوں کہ ہم سب یہ رمضان تلاوت میں، دعا میں، درود شریف پڑھنے میں، معافی مانگنے اور توبہ کرنے میں گزاریں۔

اللہ ہمیں معافی مانگنے اور توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

روزے دار کی دعا قبول کی جاتی ہے

مولانا احمد قاسمی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں روزے کی آیات ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

”وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِی عَنِّی فَاِنِّی قَرِیبٌ اُجِیبُ دَعوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلیَستَجِیبُوا لِی وَلیُؤمِنُوا بِی لَعَلَّهُم یَرشُدُونَ.“{البقرة:۱۸۶}

اور اے پیغمبر! جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دیجیے کہ) میں تو قریب ہوں؛ پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکاریں، تو ان کو چاہیے کہ میرے احکام کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت حاصل کریں۔

علامہ ابنِ عاشور رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روزے دار کی دعا قبول کی جائے گی، اور ماہِ رمضان کی سبھی دعائیں قبول ہونے کی امید ہے، اور رمضان میں ہر دن کے اختتام پر (افطاری کے وقت) دعا کرنا مشروع ہے“(التحریر والتنویر:۱۷۹/۲)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”لكل مؤمن دعوة مستجابة عند إفطاره، إما أن يعجل في دنياه، أو يدخر في آخرته!

”ہر مومن کی دعا افطار کے وقت ضرور قبول ہوتی ہے؛ یا تو دنیا میں قبول ہوجاتی ہے یا پھر آخرت کیلیے ذخیرہ کردی جاتی ہے!“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما اپنے لیے یہ دعا کیا کرتے تھے:

”یاواسع المغفرة اغفرلي“! اے بے پناہ مغفرت والے! مجھے بخش دے۔(شعب الایمان:۳۶۲۰، سند حسن)

افطاری کے وقت دعا کی قبولیت کے اسباب بڑھ جاتے ہیں مگر روزے دار کی دعا سارا دن ہی قبول کی جاتی ہے۔اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

”ثلاث دعوات لا ترد: دعوة الوالد، ودعوة الصائم، ودعوة المسافر!“

"تین دعائیں رد نہیں کی جاتیں: باپ کی دعا، روزے دار کی دعا اور مسافر کی دعا"۔(السنن الکبیر للبیھقی: ٦٦١٩، صحیح)

روزہ دار کی چوبیس گھنٹوں میں ایک دعا ضرور قبول کی جاتی ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"رمضان کے ہر دن اور رات میں اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو جہنم سے آزادی عطا فرماتے ہیں اور ہر مسلمان کی ہر دن اور رات ایک دعا (ضرور) قبول فرماتے ہیں"۔(مسند احمد: ۷۴۴۴)

افطار کا وقت دعا کی قبولیت کا موقع ہے اس میں دعا رد نہیں ہوتی، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"افطار کے وقت روزہ دار کی دعا رد نہیں کی جاتی"۔(الترغیب ج ۲ ص ۲۸٦)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "روزے دار کو چاہیے کہ سارا دن دنیا و آخرت کی بھلائیاں مانگتا رہے۔ کیونکہ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ روزے دار کیلیے سارا دن ہی دعا کرنا مستحب ہے"۔(المجموع شرح المھذب: ٤٢٢/ ٦)

اللہ تعالیٰ ہمیں دعا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆☆☆☆

روح روزہ

مولانا نورالحسن انور

قرآنی تعلیمات میں ہمیں حکم ہے کہ تمھارے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بہترین اسوہ ہے۔ اب ہم اسوہ پر غور کریں کہ اسوہ کسے کہتے ہیں اسوہ کسی فکر کسی عمل کسی خاصہ کسی وصف کے ایک ایسے نمونے کو جسے تم اپنے سامنے صرف اس لئے رکھو کہ اسکی ہو بہو نقل و پیروی کر سکو اور اسی کی باتیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ انسانی سعادت کے لئے محض تعلیم اسوقت تک قطعی بیکار ہے جب تک اس تعلیم کا زندہ نمونہ نہ ہو جو اثر انسانی طبعیت پر ایک نمونہ عمل کا ہوتا ہے وہ صرف تعلیم سے نہیں پیدا ہوتا۔ اخلاق کی کتابیں اپنی اثر انگیز باتوں سے انسان کی آنکھوں میں نمی پیدا کر سکتی ہیں مگر اسکے دل کی کیفیتوں میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتیں قانون مجرم کو جیل کی تاریک کوٹھری میں بند کر سکتا ہے لیکن اس کو جرم سے باز نہیں رکھ سکتا اسکے بالکل برعکس اگر ایک برگزیدہ انسان اپنے اندر نیکی کا ایک عملی نمونہ رکھتا ہو اور اسکی زندگی کے اعمال راست بازی کے لئے اسوہ حسنہ کا حکم رکھتے ہوں تو وہ اپنی سیرت سے افراد ہی کی نہیں بلکہ قوموں اور امتوں کی کایا پلٹ سکتا ہے، یہی وجہ ہے اللہ نے انسانی ہدایت کے لئے کتابوں اور شریعتوں کے ساتھ انبیاء کو روانہ کیا وہ جسکی طرف دعوت دیتے اسی کا عملی نمونہ خود انکی ذات ہوتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہمارے لئے کامل نمونہ ہیں آپ کی ذات گرامی نے اپنے عالی شان خطاب میں امت مسلمہ کو رمضان کے سایہ فگن ہونے کی بشارت دی پھر یہ کتنی عظمتیں بشارتیں اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے آیا ہے اس کے اول حصہ میں حق تعالیٰ کی رحمت برستی ہے، جس کی وجہ سے انوار و اسرار کے ظاہر ہونے کی قابلیت و استعداد پیدا ہو کر گناہوں کے ظلمات اور معصیت کی کثافتوں سے نکلنا میسر ہوتا ہے اور اس مبارک ماہ کا درمیانی حصہ گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے اور اس ماہ کے آخری حصہ میں دوزخ کی آگ سے آزادی حاصل ہوتی ہے۔

''حضرت ابو مسعود غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رمضان کا مہینہ شروع ہو چکا تھا کہ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

اگر لوگوں کو رمضان کی رحمتوں اور برکتوں کا پتہ ہوتا تو وہ خواہش کرتے کہ پورا سال رمضان ہی ہو۔'' (رواہ بیہقی)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
ماہِ رمضان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا بخش دیا جاتا ہے اور اس ماہ میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے والے کو نامراد نہیں کیا جاتا۔' (رواہ طبرانی وبیہقی)

رمضان کے اس مبارک ماہ کی ان تمام فضیلتوں کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کو اس مہینہ میں عبادت کا خاص اہتمام کرنا چاہیے اور کوئی لمحہ ضائع اور بے کار جانے نہیں دینا چاہیے۔ اور روزے کی اصل روح یہ ہی ہے کہ ہم تمام ان اعمال سے بچیں جن سے اللہ اور اسکے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی ہو۔



اکابرین کا رمضان

محمد داؤد الرحمن علی

حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا رمضان میں معمول

سید الطائفہ حضرت الحاج امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے رمضان کے معمولات حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ نے ''امداد المشتاق'' میں نقل کئے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ تمہاری تعلیم کے واسطے کہتا ہوں، یہ فقیر عالم شباب میں اکثر راتوں کو نہیں سویا، خصوصاً رمضان شریف میں بعد مغرب دولڑ کے حافظ یوسف ولد حافظ ضامن صاحب وحافظ حسین احمد میرا بھتیجا سوا سوا پارہ عشاء تک سناتے تھے۔ ان کے بعد ایک حافظ نصف شب تک۔ اس کے بعد تہجد کی نماز میں دو حافظ۔ غرض کہ تمام رات اسی میں گزر جاتی تھی۔(امدادالمشتاق)

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کا معمول

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان المبارک کے حوالے سے آپ کے یہ چند معمولات ذکر کئے ہیں کہ مشہور ہے کہ حضرت نے سن ۱۲۷۷ء کے سفر حجاز میں (اس) ماہِ مبارک میں قرآنِ پاک حفظ کیا تھا، روزانہ ایک پارہ یاد کر کے تراویح میں سنایا کرتے تھے، مگر حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سوانح قاسمیؒ'' میں تحریر فرمایا کہ جمادی الثانیہ سن ۱۲۷۷ء میں حج کے لئے روانہ ہوئے، آخر ذی قعدہ میں مکہ مکرمہ پہنچے، بعد حج مدینہ شریف پہنچے اور ماہِ صفر میں مدینہ پاک سے مراجعت فرمائی، ربیع الاوّل کے اخیر میں ''بمبئی'' پہنچے، اور جمادی الثانیہ تک وطن پہنچے۔ جاتے ہوئے کراچی سے جہاز بادبانی میں سوار ہوئے، رمضان کا چاند دیکھ کر مولوی صاحب نے قرآن شریف یاد کیا تھا اور وہاں سنایا۔ بعد مکلّا پہنچ کر حلوائے مسقط خرید فرما کر شیرینی ختم دوستوں کو تقسیم فرمائی۔ مولوی صاحب کا اس سے پہلے قرآن یاد کرنا کسی کو ظاہر نہ ہوا تھا، بعد ختم مولوی صاحب فرماتے تھے کہ فقط دو سال رمضان میں مَیں نے یاد کیا اور جب یاد کیا پاؤ سپارہ کی قدر یا کچھ اس سے زائد یاد کر لیا، پھر تو بہت کثرت سے پڑھتے تھے۔ ایک بار یاد ہے کہ ستائیس پارے ایک رکعت میں پڑھے، اگر کوئی اقتداء کرتا رکعت کر کے یعنی سلام پھیر کر اس کو منع فرما دیتے اور تمام شب تنہا پڑھتے رہتے۔(سوانح قاسمیؒ)

مشہور قول میں ایک سال اور حضرت کے ارشاد میں دو سال اور پاؤ پاؤ پارہ یاد کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے رمضان میں کچھ حصہ پاؤ پاؤ پارہ یاد کیا اور دوسرے رمضان میں سفر حج میں تھا ایک ایک پارہ پڑھ کر اس کی تکمیل فرمائی۔(اکابر کا رمضان)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا معمول

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ریاضت ومجاہدہ کی یہ حالت تھی کہ دیکھنے والوں کو رحم آتا اور ترس کھایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس پیرایہ سالی میں جب آپ ستر سال کی عمر سے متجاوز ہو گئے تھے کثرتِ عبادت کا یہ عالم تھا کہ دن بھر کا روزہ اور بعد مغرب چھ کی جگہ بیس رکعت ''صلوٰۃ الاوّابین'' پڑھا کرتے تھے، جس میں تخمیناً دو پارے قرآنِ مجید سے کم کی تلاوت نہ ہوتی تھی، پھر اسی کے ساتھ رکوع سجدہ اتنا طویل کہ دیکھنے والے کو ''سہو'' کا گمان ہو۔نماز سے فارغ ہو کر مکان تک جاتے اور کھانا کھانے کے لئے مکان پر ٹھہرنے کی مدت میں کئی پارے قرآن مجید مکمل کرتے تھے۔پھر تھوڑی دیر بعد نمازِ عشاء اور صلوٰۃِ تراویح (جس میں گھنٹے سوا گھنٹے سے کم خرچ نہ ہوتا تھا) ادا فرماتے تھے۔تراویح سے فارغ ہو کر ساڑھے دس، گیارہ بجے آرام فرماتے اور دو ڈھائی بجے ہی اُٹھ کھڑے ہو جاتے تھے، دو، ڈھائی، تین گھنٹے تک تہجد میں مشغول رہتے تھے۔بعض دفعہ سحر کھانے کے لئے کسی خادم کو پانچ بجے جانے کا اتفاق ہوا تو آپ کو نماز ہی میں مشغول پایا۔صلوٰۃِ فجر کے بعد آٹھ، ساڑھے آٹھ بجے تک وظائف، اور مراقبہ وملاحظہ میں مصروفیت رہتی، پھر اشراق پڑھتے اور چند ساعات استراحت فرماتے، اتنے ڈاک آجاتی تو خطوط کے جوابات اور فتاویٰ لکھواتے اور چاشت کی نماز سے فارغ ہو کر'' قیلولہ'' فرماتے تھے۔ظہر کے بعد حجرہ شریف بند ہو جاتا تھا اور تا عصر کلام اللہ کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے، پیرانہ سالی ونقاہت کے ساتھ ''وجع الورک'' کی تکلیف شدید کا یہ عالم تھا کہ استنجا گاہ سے حجرہ شریف لانے میں حالاں کہ پندرہ سولہ قدم کا فاصلہ ہے مگر راہ میں بیٹھنے کی نوبت آتی تھی، اس حالت پر فرائض تو فرائضً نوافل بھی کبھی بیٹھ کر نہیں پڑھے اور ان میں گھنٹوں کھڑے رہنا، بارہا خدام نے عرض کیا کہ آج تراویح بیٹھ کر ادا فرماویں تو مناسب ہے، مگر جب آپ کا جواب تھا کہ نہیں جی یہ کم ہمتی کی بات ہے۔یوں تو ماہِ رمضان المبارک میں آپ کی ہر عبادت میں بڑھوتری ہوتی تھی، مگر تلاوتِ کلام اللہ کا شغف خصوصیت کے ساتھ اس درجہ بڑھتا تھا کہ مکان تک آنے جانے میں کوئی بات نہ فرماتے تھے۔نمازوں میں اور نمازوں کے بعد تخمیناً نصف قرآنِ مجید آپ کا یومیہ معمول قرار پاتا تھا، جس شب کی صبح کو پہلا روزہ ہوتا تھا آپ حضارِ جلسہ سے فرمادیا کرتے تھے کہ آج سے کچہری برخاست! رمضان کو بھی آدمی ضائع کرے تو افسوس کی بات ہے، اس مجاہدہ پر غذا کی یہ حالت تھی کہ کامل رمضان بھر کی خوراک پانچ سیر اناج تک پہنچنی دشوار تھی۔(تذکرۃ الرشید)

رمضان شریف میں آپ صبح کو خلوت خانہ سے دیر میں برآمد ہوتے۔موسم سرما میں اکثر دس بجے تشریف لاتے نوافل اور قرأتِ قرآن

وسکوت و مراقبہ میں بہ نسبت دیگر ایام بہت زیادتی ہوتی، سونا اور استراحت نہایت قلیل، کلام بہت کم کرتے، بعد نمازِ مغرب ذرا دیر خلوت نشینی کا ذائقہ لے کر کھانا تناول فرماتے، تراویح کی بیس رکعات اوائل میں خود پڑھاتے تھے اور آخر میں صاحب زادہ مولوی حافظ حکیم محمد مسعود احمد صاحب کے پیچھے پڑھتے، بعد وتر دو رکعت طویل کبھی کھڑے ہو کر کبھی بیٹھ کر پڑھتے، دیر تک متوجہ بہ قبلہ بیٹھ کر پڑھتے رہتے، پھر ایک سجدۂ تلاوت کر کے کھڑے ہوجاتے، غالباً اس دوران میں سورۂ تبارک الذی اور سورۂ سجدہ اور سورۂ دخان پڑھتے تھے۔ (تذکرۃ الرشید)

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کا معمول

مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب دیوبندیؒ سوانح شیخ الہند میں تحریر فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں حضرت شیخ الہندؒ کی خاص حالت ہوتی تھی، دن رات عبادت خداوندی کے علاوہ کوئی کام نہ ہوتا تھا۔ دن میں کچھ آرام فرماتے لیکن رات کا اکثر حصہ بلکہ پوری رات قرآن مجید سننے میں گزار دیتے تھے۔ حفاظ اکرام کو قرآن سنانے پر مقرر فرمایا کرتے تھے اگر وہ باہر کے رہنے والے خادم و شاگرد ہوتے تو ان کے قیام وطعام کا اہتمام فرماتے اور تمام مصارف کو د برداشت کیا کرتے تھے۔

کبھی مولانا حافظ محمد احمد صاحب سے اصرار کر کے کئی کئی بار قرآن کریم اُن سے سنا کرتے تھے۔ تراویح سے فراغت کے بعد حاضرین کو مضامین علمیہ اور حکایات اکابر سے محظوظ فرماتے اور پھر اگر کچھ دیر موقع ملتا لیٹنے کو تو چند منٹ کے لیے آرام فرما ہوجاتے۔ اس کے بعد نوافل شروع ہوتیں ایک حافظ دو چار پارے سنا کر آرام کرتا لیکن حضرت شیخ الہندؒ اسی طرح مستعد رہتے اور دوسرا حافظ سنانا شروع کر دیتا۔ اسی طرح متعدد حفاظ باری باری قرآن مجید سناتے حضرتؒ کبھی دو تین بجے تک یا بلکل سحر کے وقت تک اسی طرح کھڑے حفاظ سے قرآن کریم سنتے رہتے تمام رات یہی لطف رہتا تھا۔ اور اس قدر طویل قیام کے بعد جب پاؤں ورم کر جاتے تو تو مخلصین و خدام کو رنج ہوتا تھا اور حضرت شیخ الہندؒ دل میں خوش ہوتے کہ "**حتی تورمت قدماہ**" میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسم کا اتباع نصیب ہوا۔ (اکابر کا رمضان)

☆☆☆☆

رمضان روحانی کورس

محترم حسن خان

روحانی وجسمانی امراض کے لیے بہترین تربیتی روحانی کورس رمضان المبارک ہےخزاں کے گزر جانے کے بعد جس طرح ہر طرف خوش رنگ گُل اور شگوفے پھوٹ آتے ہیں انسان ایک اپنے اندر فرحت راحت محسوس کرتا ہے۔زنگی میں بہار آجاتی ہے اسی طرح روحانی زدگی کی بہار رمضان المبارک بن کے آتا ہے اللہ اپنی رحمت کے سارے دروازے کھول کر اپنے بندوں پر رحمتوں کو برساتا ہے رمضان المبارک اصل میں ایک ترطیتی روحانی کورس ہے۔ساری زندگی کے ہم نے روزے کا مفہوم یہ ہی سمجھ رکھا ہے سحری کھالی اور افطاری کر لی مگر روزے کی روح تلاش نہیں کی اس روحانی تربیتی کورس میں ہمیں بتایا جاتا ہے روزہ بھوکے اور پیاسے رہنے کا نام نہیں روزہ سارے اعضا کا ہونا چاہے ہمارے ہاتھ، ہمارے کان، ہماری زبان، ہماری آنکھ، روزہ تو ہے مگر گانے سنکر دن گزار دیا ،زبان سے جھوٹ بول کر دن گزار دیا، آنکھ غلط کاری میں مصروف رہی اسے روزہ نہیں کہتے۔روزہ میں یہ تربیت دی جاتی ہے کان غلط نہ سنے، آنکھ غلط نہ دیکھے، ہاتھ غلط کاری میں مصروف نہ ہوں، کسی پر ان کے ذریعے ظلم نہ کیا جائے اور اس تربیتی کورس میں ہمیں یہ سبق ملتا ہے رمضان المبارک کی برکتوں کو حاصل کرنے کے لیے اپنی عبادت کی مقدار میں اضافہ کرنا ہے، دوسرے ایام میں جن نوافل کو پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی ان کو اس مبارک ماہ میں پڑھنے کی کوشش کریں، مثلاً: مغرب کے بعد سنتوں سے الگ یا کم از کم سنتوں کے ساتھ چھ(٦) رکعت اوّابین پڑھیں۔(جب کہ ہمارا حال یہ ہے کہ اوّابین افطار کی نذر ہو جاتی ہیں) عشاء کی نماز سے چند منٹ پہلے آ کر چار رکعت یا دو رکعت نفل پڑھیں۔سحری کھانے کے لیے اٹھنا ہی ہے تو چند منٹ پہلے اٹھ کر کم از کم چار رکعت تہجد پڑھ لیں۔اسی طرح اشراق کی نماز اور اگر اشراق کے وقت نیند کا غلبہ ہو تو چاشت کی چند رکعتیں تو پڑھ ہی لیں۔ظہر کے بعد دو سنتوں کے ساتھ دو رکعت نفل اور عصر سے پہلے چار رکعت نفل پڑھ لیں۔کیوں کہ نماز کا خاصہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا رشتہ جوڑتی ہے اور اس کے ساتھ تعلق قائم کراتی ہے، جس کے نتیجے میں انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث شریف میں ہے:

اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ (مسلم شریف حدیث ۱۱۱۱، باب ما یقال فی الرکوع والسجود)

یعنی بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے،تو گویا نماز کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک عظیم تحفہ عطا کیا ہم نمازوں کی پابندی کریں' رمضان المبارک کی ایک ایک ساعت اس قدر برکتوں اور سعادتوں کی حامل ہے کہ باقی گیارہ ماہ مل کر بھی اس کی برابری و ہمسری نہیں کرسکتے۔ روزہ انسان کو نفسانی خواہشات پر قابو رکھتے ہوئے تقوی و پرہیز گاری جیسی لازوال نعمت سے سرفراز کرتا ہے جو انسان پر روحانی کمالات کے لئے بہت ہی مؤثر ہے۔ اسلامی عبادات کا مقصد ہی اللہ پاک نے تقوی بیان فرمایا ہے اسی طرح روزہ بھی تقوی پرہیز گاری کا تقاضہ کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں کو اس ماہ میں کثرت سے ذکر اور دعا کرنے کا حکم دیا کہ اس ماہ میں دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں بالخصوص افطار کے وقت افطار سے پہلے دعاؤں میں مشغول ہونا چاہیے، ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول پاک کا ارشاد ہے:

تین آدمیوں کی دعائیں رد نہیں ہوتی ہیں، روزہ دار کی افطار کے وقت، انصاف پرور بادشاہ کی اور مظلوم کی، (ترمذی)

اسی طرح سحری کا وقت دعاؤں کی قبولیت کی گھڑی ہے، سحری کے لئے جب بیدار ہوں تو چاہئے کہ دعاؤں کا بھی اہتمام کریں۔ بالخصوص سال رواں میں پوری عالم انسانیت عام طور پر اور عالم اسلام خاص طور پر جن سیاسی و اقتصادی نشیب و فراز اور وبائی امراض سے جوجھ رہی ہے ان حالات میں رب ذوالجلال کی بارگاہ میں آہوزاری اور نادم بن کر اللہ کے حضور سچی اور خالص توبہ کی اشد ضرورت ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی سچی توبہ کرو جس کا اثر توبہ کرنے والے کے اَعمال میں ظاہر ہو اور اس کی زندگی طاعات اور عبادات سے معمور ہو جائے اور وہ گناہوں سے بچتا رہے، امید ہے کہ تمہارا رب توبہ قبول فرمانے کے بعد تمہاری برائیاں تم سے مٹا دے اور قیامت کے دن تمہیں ان باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں ہوں۔" (سورة التحريم آية ۸) دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم)! جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے)"۔ (سورۃ البقرۃ ۱۸٦)

اسلئے ہمیں چاہیے کہ ہم رمضان المبارک میں دعا اور توبہ و استغفار کی کثرت کریں اور عبادات کے ساتھ ساتھ اپنے معاملات اور اخلاق و کردار کو بھی درست کریں تا کہ اللہ رب العزت ہماری اعمال کو شرف قبولیت بخشے، ہمیں صرف رمضان کا مسلمان بننے کی بجائے اس مہینہ میں بجالائی جانے والی تمام عبادات کو سال بھر کے لیے عملی طور پر اپنانا ہے۔ تمام اخلاقی و روحانی بیماریوں سے یہ دل صاف کرنے کی مکمل کوشش کرنی ہے۔ جھوٹ، چغلی، غیبت، حسد، انتقامی سوچ، بے حیائی اور فحش گوئی سے بتدریج دُور ہوتے چلے جانا

ہے۔عفوو درگزر راور صلح وآشتی میں پہل کرنے کی ہمیشہ کوشش کرنی ہے تاکہ ہمارے نیک اعمال جب اللہ کے حضور پیش ہوں تو ہماری باہمی رنجشیں اور کدورتیں اُن کی قبولیت کی راہ رکاوٹ نہ بننے پائیں۔دعاؤں کا خصوصی اہتمام کرنا ہے،ہم بیماریوں،وباؤں اور آفات کی زد میں ہیں ہمیں قومِ یونس علیہ السلام کی طرح استغفار کے آنسوؤں سے گناہوں کی تپتی آگ کو بجھانا ہے!اپنی فلاح و اصلاح،صحت وعافیت کی دُعا نیز بیماروں،مستحقین اور اُمتِ مسلمہ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔اُن خوش نصیبوں میں شامل ہونے کی جستجو کرنی ہے جنہوں نے رمضان کو پا کر اس کی قدر کا حق اَدا کیا نہ کہ اُن بدنصیبوں میں جن کی زندگی میں رمضان کے قیمتی ومبارک ایام بھی آ کر عام لمحات کی مانند گزر گئے اور اُن کا شعور بیدار نہ ہوا!اپنے اردگرد کے ضرورت منداور مستحقین کی مقدور بھر امداد کی ضرور کوشش کرنی ہے۔

ہم چاہے کسی بھی شعبہ یا فیلڈ سے تعلق رکھتے ہوں،اپنے تئیں دوسروں کے لیے آسانی ورعایت کا باعث بننے کی کوشش کرنی ہے۔
یہ تنکہ تنکہ نیکیاں یہ بکھری بکھری اکائیاں جوڑ کر کامیابی کی شاہراہ کا نقشہ تشکیل دینا ہے اور خالصتاً اللہ کی رضامندی کی خاطر اعمال کرتے ہوئے جنت کی مہک بھری عطر دار ہواؤں اور خوشبوؤں کے آنگن میں باب الریان کے خصوصی اعزاز و دروازے سے ملائکہ کے سلام ودعاؤں کے ہمراہ مسکراتے ہوئے داخلے کا سامان کرنا ہے ان شاء اللہ

ہمارا رب تو ہمارے چھوٹے چھوٹے اعمال کے بہانے سے ہم پر اپنی رحمتوں اور نعمتوں کی برسات کرنا چاہتا ہے مگر ہم غفلت کی چادر تانے جانے کیوں صرف خوابوں کی نگری میں گم ہیں!اور یقیناً اُس کی سب سے بڑی نعمت اُس کی رضا وجنّت ہے جو جزا کی سب سے بڑی حقیقت ہے اور جس کا مستحق بنانے کے لیے یہ رمضان کا مہینہ بھی ہمیں ایک بہترین موقع فراہم کرتا ہے۔

حافظ ابنِ رجب رحمہ اللہ کیا خوب فرماتے ہیں کہ:

"اے طویل عرصہ تک ہم سے جدا رہنے والے،صلح کے دن قریب آ گئے ہیں،اے مستقل خسارے میں پڑے انسان،نفع کمانے کے دن قریب آ گئے ہیں،جو اس مہینہ میں بھی نفع نہ کمائے وہ کب نفع کمائے گا؟ جو اس مہینہ میں بھی رب کے قریب نہ ہو تو وہ دُور ہی رہے گا"

آئے ہم اس رمضان میں عہد کریں ہم ساری زندگی جو اس رمضان کے روحانی تربیتی کورس سے سبق حاصل ہوا اس پر عمل پیرا رہیں گے۔ اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو آمین

☆☆☆☆

فضائل لیلۃ القدر

محمد داؤد الرحمن علی

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی سب اہم فضیلت وخصوصیت یہ ہے کہ آخری عشرہ میں ایک ایسی رات پائی جاتی ہے جو ہزار مہینوں سے بھی زیادہ افضل ہے۔اگر ہزار مہینوں کا حساب لگایا جائے تو ہزار مہینوں کے ۸۳ سال اور ۴ ماہ بنتے ہیں۔اس رات کولیلۃ القدر کہاجا تاہے۔یہی وہ رات ہے جسمیں دنیائے انسانیت کوقرآن مجید فرقان حمید جیسا تحفہ نصیب ہوا۔اللہ رب العزت نے اس رات کی فضلیت میں قرآن مجید میں پوری سورۃ یعنی سورۃ القدر نازل فرمائی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بیشک ہم نے اس (قرآن) کوشبِ قدر میں نازل کیا،اورتمہیں کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا چیز ہے؟شبِ قدر ایک ہزار مہیوں سے بھی بہتر ہے۔اسمیں فرشتے اور جبرائیل امین اپنے پروردگار کی اجازت سے ہر کام (عبادات میں مشغول لوگوں کے لیے دعاؤں یا سال بھر کے تقدیر کے فیصلوں) کے لیےاُترتے ہیں۔وہ رات سراپا سلامتی ہے فجر کے طلوع ہونے تک۔(سورۃ القدر)

شب قدر کے دو معنی ہیں اوردونوں ہی یہاں مقصود ہیں۔ایک یہ کہ یہ وہ رات ہے جس میں تقدیروں کے فیصلے کئے جاتے ہیں جیسا کہ سورۃ الدخان میں ہے:فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ یعنی اسی رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔(سورۃ الدخان آیت ۴)اوردوسرے معنی یہ ہیں کہ یہ بڑی قدرومنزلت اورعظمت وشرف رکھنے والی رات ہے۔

اس رات میں قرآن کریم کے نازل ہونے کا مطلب لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پراترنا ہے یا اس رات میں پورا قرآن کریم حامل وحی فرشتوں کے حوالہ کیا جانا مراد ہے یا یہ مطلب ہے کہ قرآن کریم کے نزول کی ابتدا اس رات میں ہوئی اور پھر واقعات اور حالات کے مطابق وقتاً فوقتاً تیئیس سال کے عرصہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

شَبِ قدر کی تعین اُٹھالی گئی:۔

حضرت عبادہ بن سامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ہمیں)شبِ قدر کی خبر دینے کے لیے تشریف لارہے تھے کہ دو مسلمان آپس میں جھگڑا کرنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میں تمہیں شب قدر بتانے کے لیے نکلا تھا،لیکن فلاں اور فلاں نے آپس میں جھگڑا کرلیا تو اس کی وجہ سے (شب قدر) کا علم واپس اُٹھالیا گیا اور امید یہی ہے کہ تمہارے حق میں یہی بہتر ہوگا۔لہذا اب تم رمضان المبارک کی طاق راتوں میں تلاش کرو"۔(صحیح **بخاری، باب خوف المؤمن من ان یحبط عمله وهو لا یشعر: ۴۹)**

شبِ قدر کی تعیین اٹھانے کی ایک حکمت علماء نے یہ لکھی ہے کہ مختلف راتوں میں زیادہ سے زیادہ اعمال کی ترغیب مقصود ہے،تا کہ امت مختلف طاق راتوں میں خوب عبادت کرے،ایسا نہ ہو کہ صرف ایک رات میں مخصوص وقت مخصوص عبادت کرلے۔

آخری عشرہ کی طاق راتیں؛۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"شبِ قدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو"۔(بخاری)

(مذکورہ حدیث کے مطابق' شب قدر کی تلاش 21 ویں،23 ویں،25 ویں،27 ویں،29 ویں راتوں میں کرنی چاہئے)۔

شبِ قدر پانے کا آسان نسخہ؛۔

علماء اکرام فرماتے ہیں رمضان المبارک کی طاق راتوں میں ہر ایک رات درج ذیل اعمال کرلیے جائیں تو اللہ رب العزت کی ذات گرامی سے بھرپور اُمید ہے کہ آپ شب قدر کی برکات اور ہزار مہینوں کی عبادات کا ثواب پاسکیں گے۔

(۱)۔فجر اور عشاء باجماعت ادا کریں۔(۲) تیسرا کلمہ اور درود شریف کا ورد کریں۔(۳) کم اس کم ایک پارہ تلاوت کریں۔

(۴) کم از کم دو رکعت صلاۃ التوبہ ادا کریں۔(۵) اللہ تعالیٰ سے گڑ گڑا کر معافی طلب کریں۔

اس رات سے محروم نہ رہیں؛۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا سارے ہی خیر سے محروم رہ گیا،اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقت میں محروم ہی ہے۔"(ابن ماجہ)اس لیے کوشش کریں کہ اس رات سے محروم نہ رہیں۔

علامات شب قدر:۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شبِ قدر کی نشانیوں کے بارے میں فرمایا:

"شب قدر نرمی وآسانی والی اور خوشگوار رات ہوتی ہے،یہ رات نہ زیادہ گرم اور نہ ہی زیادہ ٹھنڈی ہوتی ہے بلکہ معتدل ہوتی ہے۔شب قدر کی صبح سورج کی روشنی بغیر شعاع کے کمزور اور سرخی مائل ہوتی ہے۔"(**مسند الطیالسی؛ ۲۶۸۰،صحیح الجامع للشیخ الالبانی: ۵۴۷۵)**

شب قدر کی دعا؛۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی:

یارسول اللہ! ﷺ اگر مجھے شب قدر کا علم ہوجائے تو میں کیا دعا مانگوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی

اے اللہ! بے شک آپ معاف کرنے والے ہیں، اور معاف کرنے کو پسند کرتے ہیں، پس مجھے بھی معاف فرمادیں۔(**ترمذی؛ باب جامع الدعوات عن النبی ﷺ: ۳۵۱۳**)

اِس آخری عشرہ کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیں، پانچوں نمازوں کو جماعت سے پڑھنے کا اہتمام کریں، قرآن کی تلاوت زیادہ سے زیادہ کریں۔، رات کا بڑا حصہ عبادت میں گزاریں، تراویح اور تہجد کا اہتمام کریں، اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، اپنے لیے اور امت مسلمہ کے لیے دعائیں کریں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہم سب کو عظیم رات کو پانے کی توفیق عطا فرمائے، اور اس رات میں عبادات اور انعامات پانے توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆☆☆☆

تھے تو وہ آباء تمہارے ہی۔۔۔۔۔۔۔۔!!!!

محترم محمد عثمان غنی

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہے آستیں نہیں ہے
زمین کی رونق چلی گئی ہے،اُفق پہ مہر مبین نہیں
تری جدائی سے مرنے والے، وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تری مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

آہ! شیخ صابونی بھی چل بسے۔۔۔۔۔!

ابھی سال ۲۰۲۰ کی تکالیف، درد، اور اکابرین ملت کی جدائی کا غم دور نہیں ہوا تھا کہ سال ۲۰۲۱ وارد ہوا۔اور سلسلہِ سابقہ کو برقرار رکھتے ہوئے، آتے ہی اساطینِ علم کی لڑیوں میں سے مزید ایک موتی توڑتا چلا گیا۔اور عالم اسلام کے عظیم محقق، فقہ حنفی کے عظیم عالم، مفسر قرآن، شیخ علامہ محمد علی صابونی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کو بھی مالکِ لم یزل نے اپنے جوار میں منتقل کر دیا۔

شیخ محمد علی بن جمیل الصابونی، شام کے شہر حلب میں یکم جنوری ۱۹۳۰ء کو پیدا ہوئے۔شیخ کے والد حلب کے برگزیدہ عالم اور بزرگ تھے۔اللہ رب العزت نے شیخ صابونی کو باکمال و بے مثال حسن سیرت کے ساتھ ساتھ کمال و بارعب حسنِ صورت بھی عطا فرمائی۔ ۱۹۵۴ء میں جامعۃ الازہر مصر القضاء الشرعی میں سپیشلائزیشن کر کے شہادۃ العالمیۃ کی سند امتیازی حیثیت سے حاصل کی۔جو کہ اس زمانے میں سب سے بڑی ڈگری تصور کی جاتی تھی۔ اور یہ ڈگری آج کل کے ڈاکٹریٹ کے برابر ہے۔شیخ صابونیؒ کو بچپن سے ہی بڑے بڑے شیوخ سے تحصیل علم کا موقع ملا۔شیخؒ کے اساتذہ میں شیخ القراء فضیلۃ الشیخ نجیب خیاطۃ حفظہ اللہ اور شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہم اللہ تعالیٰ سلاطینِ علم شامل ہیں۔اور شیخ صابونیؒ کے تلامذہ میں بھی غیر معمولی نوعیت کے افراد شامل ہیں۔جن میں سے امام حرم مکی ورئیس مجلسِ شوریٰ ،فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن حمید (الشوریٰ مکہ مکرمہ)، جامعہ ام القریٰ کے مدیر ڈاکٹر راشد الراجح (مکہ مکرمہ) اور امام الحرم فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر اسامہ الخیاط شامل ہیں۔

تعلیم کے مکمل کرنے کے بعد کچھ عرصہ شام میں مختلف اداروں میں درس وتدریس کرنے کے بعد شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی میں شریعت کے شعبہ میں لیکچرار مقرر ہوئے۔ جامعۃ ام القریٰ میں آپ کی علمی اور تحقیقی خدمات کو دیکھتے ہوئے آپ کو مرکز البحث العلمی اور احیاء التراث الاسلامی کا رکن مقرر کیا گیا۔ اس دوران آپ نے مشاہیرِ اسلام کی مایہ ناز کتابوں پر تحقیق کا فریضہ سرانجام دیا۔ ان خدمات کے علاوہ شیخ محمد علی صابونیؒ مسجد الحرام میں بھی درس وافتاء کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ شیخ بدرالحسن قاسمی کے بقول ۱۹۸۰ء کے بعد کئی سالوں تک صحن حرم میں مغرب اور عشا کے درمیانی وقفے میں حجرِ اسود اور رکن یمانی کے سامنے جو پرنور شکلیں نظر آتی تھیں ان میں شیخ محمد علی صابونی اور شیخ محمود صواف خاص طور اپنی وضع قطع کے لحاظ سے نمایاں نظر آتے تھے۔

۲۰۰۷ء میں شیخ محمد علی صابونیؒ کو دوبئی انٹرنیشنل قرآنک ایوارڈ کا حقدار قرار دیا گیا۔

شیخ صابونیؒ کی تالیفات کی ایک طویل فہرست موجود ہے۔ مختلف عنوانات وموضوعات پر بے شمار تالیفات ہیں۔ جن میں صفوۃ التفاسیر، قبس من القرآن، الابداع البیانی اور مختصر تفسیر ابن کثیر اور مختصر تفسیر الطبری شامل ہیں۔

اور شیخ موصوفؒ کی صفوۃ التفاسیر اور مختصر ابن کثیر ایک وقت تک حرمین میں تقسیم بھی ہوتی رہی۔ لیکن آخر وہی ہوا جو اس سے قبل احناف کے ساتھ ہوا۔ شیخ صابونی کا حنفی ہونا ہی کچھ احباب کو نہیں بھایا اور سعودی عرب میں آنے والی سلفی مزاج تبدیلی کے عتاب کا نشانہ بنے۔ اور آخر کار شیخ کی کتب پر پابندی عائد کر دی گئی۔

شیخ صابونیؒ کا دوسرا اہم ترین تالیفی کام فقہ حنفی کے حوالے سے کام تھا۔ علامہ محمد علی صابونیؒ نے احکام ومسائل پر جہاں مختلف کتب تحریر کیں وہیں ایک اہم ترین تالیف: **روائع البیان فی تفسیر آیات الاحکام** ہے۔ اس تفسیر کے اندر شیخ صابونیؒ نے آیاتِ احکام پر نہایت شائستہ احسن اور مختصر انداز میں کلام کیا ہے۔

مولانا بدرالحسن القاسمی لکھتے ہیں کہ میرے ہاتھوں میں دارالعلوم دیوبند کے اجلاس صد سالہ میں شرکت کے لیے دعوت نامے تھے جس کا مجھے مکلف بنایا گیا تھا، شیخ محمد الغزالی بعض سلفی نوجوانوں کے رویے سے بیزار بیٹھے تھے اور ٹیلیفون پر ان کی زبان سے یہ آتشیں جملے نکل رہے تھے۔ میں اپنی ناپختہ کاری کی وجہ سے شیخ سے الجھنے لگا کہ ڈاڑھی نہ رکھنا الگ مسئلہ ہے لیکن ڈاڑھی کے استہزا کا انداز مناسب نہیں ہے، شیخ نے حیرت سے اس نووارد کی طرف دیکھا کہ یہ نیا عجمی سلفی کہاں سے آ گیا؟

اس موقع پر شیخ محمد علی صابونی ظاہر ہوئے اور مجھے سمجھانے لگے کہ تمہاری بات ٹھیک ہے اور شیخ کا مقصد بھی وہ نہیں ہے جس کا تم کو شبہ ہوا۔ ایک وقت تھا جب شیخ پر دینی حلقے کا عتاب نازل نہیں ہوا تھا اور ان کی کتاب صفوۃ التفاسیر اور مختصر تفسیر ابن کثیر وغیرہ خوب تقسیم ہو رہی تھیں

مشہور تاجر حسن شربتلی کے خرچ پر چھپی ہوئی مکمل اور اجزا کی شکل میں ہزاروں کی تعداد میں بطور ہدیہ پیش کی جاتی تھیں پھر جب شیخ کے حنفی اور اشعری ہونے کی وجہ سے بڑے علمانے اس سے بیزاری کا اظہار کیا تو ان کی کتاب کی نشر واشاعت اور توزیع تقسیم پر مکمل پابندی لگ گئی اور ۲۰۰۸ میں اس کے خلاف متعلقہ شعبہ کا سرکلر آ گیا بنیادی اختلاف بعض صفات کی تاویل کے بارے میں تھا شیخ نے طویل مضمون اپنے موقف کی وضاحت کیلئے لکھا لیکن مسئلہ اور الجھ گیا اور شیخ کے اشعری ہونے کی وجہ سے بات نہیں بنی اور تفویض کے مسئلہ میں الجھاؤ کی وجہ سے کسی متفقہ نقطہ پر پہنچنا ممکن بھی نہیں رہا۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: (كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ) ہر جان دار کو موت کا مزہ چکھنا ہے؛ چناں چہ سب کے سب انبیا و رسل، صحابہ و تابعین اور اولیا و صلحا کو اس جہان سے کوچ کرنا پڑا۔ ہم سب کو بھی ایک دن جانا ہوگا۔ آخر کار بروز جمعہ ۱۹ مارچ ۲۰۲۱ کو تقریبا ۹۱ سال کی عمر میں ترکی کے شہر یلوا میں علم و معرفت کا یہ سورج ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

شیخ محمد علی صابونی ایسی شخصیت تھے کہ جس کے شجر سایہ دار تلے پہنچ کر ہر کس و ناکس راحت و سکون محسوس کرتا تھا آئے عشّاق،

گئے وعدۂ فردا لے کرا
اب انھیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

اس دارِفانی میں جو بھی آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن کوچ کرنا ہی ہے، لیکن کچھ لوگوں کے انتقال سے ایک مہیب خلا پیدا ہو جاتا ہے اور گردو پیش میں تاریکی چھا جاتی ہے علامہ محمد علی صابونی نور اللہ مرقدہ کی وفاتِ حسرت آیات یقینا اسی زمرے میں ہے اور اس سے پورے عالم اسلام میں جو خلا پیدا ہوا ہے، اس کے پُر ہونے کی بظاہر کوئی صورت دُور دُور تک نظر نہیں آتی۔

اولئک آبائی فجئنی بمثلھم

☆☆☆☆

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کے حالات زندگی

مدیر التحریر کے قلم سے

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ ۱۲۶۸ھ بمطابق ۱۸۵۱ء کو بریلی میں پیدا ہوئے۔ ان دنوں میں آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ذولفقار علی صاحبؒ بریلی میں بوجہ ملازمت مقیم تھے اور آپؒ کی نشونما دیوبند میں ہوئی۔ حضرت شیخ الہندؒ کے والد جید عالم دین اور صاحب تصانیف کثیرہ اور باقبال بزرگ تھے۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی کا سلسلہ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپؒ نے تعلیم کا آغاز چھ سال کی عمر میں کیا۔ قرآن مجید دیوبند کے معروف ولی حضرت میاں جی منگلوریؒ سے پڑھا اردو اور فارسی کی ابتدائی کتابیں حضرت مولانا عبد الطیفؒ صاحب اور مولانا مہتاب علیؒ سے سے پڑھیں۔ ابھی تعلیم کا سلسلہ جاری تھا کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے دیوبند کی مشہور مسجد چھتہ میں مدرسہ دیوبند کی بنیاد رکھی۔ آپؒ کو مدرسہ دیوبند کے پہلے طالب علم ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

آپؒ نے ۱۹ ذیقعدہ ۱۲۹۰ھ کو سند فراغت حاصل کی، ۱۲۸۹ھ میں آپؒ نے بطور معاون مدرس دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات کا آغاز کیا۔ ۱۲۹۶ھ میں آپؒ کو باضابطہ مدرس بنایا گیا، ۱۳۰۵ھ میں آپؒ دارالعلوم دیوبند میں مسند صدارت پر فائز ہوئے۔

۱۲۹۴ھ میں آپؒ نے حضرت قاسم نانوتویؒ و دیگر اکابر کی معیت میں حج بیت اللہ کا سفر کیا، اس موقع پر مکتہ المکرمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت و انتساب کا تعلق قائم کیا، اور حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے اسی سفر کے دوران آپؒ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا، حضرت حاجی صاحبؒ کے علاوہ آپؒ کو حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی، اکابر اہل اللہ کے ساتھ اس نسبت نے آپؒ کو صفائے باطن، اتباع سنت، اخلاق عالیہ، اخلاص و للّٰہیت کے بے انتہائی بلند مقام پر پہنچادیا تھا۔

آپؒ کو حضرت مولانا شاہ عبد الغنیؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ، مولانا یعقوب نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہی سے اجازت حدیث حاصل ہے۔

آپؒ جامع شریعت وطریقت تھے۔ حضرت گنگوہیؒ آپ کو علم کا کھٹلہ فرماتے، حضرت مدنیؒ وحضرت شبیر احمد عثمانیؒ آپؒ کو علم شریعت اور طریقت کا ناپید کنار سمندر فرماتے تھے، مولانا اشرف علی تھانویؒ آپ کو شیخ العالم کہتے، مولانا عاشق علی میرٹھیؒ آپ کو شریعت و طریقت کا بادشاہ کہتے تھے۔

آپؒ کے تلامذہ علم وفضل کے آفتاب بنے، جن میں بطور خاص حضرت اشرف علی تھانویؒ، حضرت حسین احمد مدنیؒ، حضرت انور شاہ کشمیریؒ، حضرت شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی کفایت اللہؒ، حضرت عبید اللہ سندھیؒ، حضرت مناظر احسن گیلانیؒ، حضرت فخر الدینؒ اور علامہ بلیاویؒ رحمہم اللہ سرفہرست ہیں۔

آپؒ کا درس بے حد مقبول اور منفرد تھا، علوم ومعارف کا فیضان تھا جو جاری وساری رہتا تھا، بالخصوص درس حدیث میں آپؒ کی محدثانہ، متکلمانہ، فقیہانہ اور محققانہ شان بہت نمایا تھی، آپؒ کے تلامذہ نے آپؒ کی خصوصیت کا مفصل بیان کیا، آپؒ کے شاگرد رشید حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ لکھتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ جس وقت (صحیح بخاری کے) تراجم ابواب کی بحث حضرت شیخ الہندؒ کے حلقہ احباب میں چھڑ جاتی تھی، تو حضرت والاؒ پر بھی خاص حال طاری ہوجاتا تھا، سننے والے بھی محو حیرت بن جاتے تھے، وجد کی سی کیفیت میں معلوم ہوتا تھا کہ سارا مجمع ڈوب گیا ہے۔ کان علی رؤوسھم الطیر کا منظر قائم ہوجاتا تھا، خود حضرتؒ بھی کھل جاتے اور سننے والے بھی کھلے جاتے تھے، نئے معارف، جدید حقائق جو نہ کبھی سنے گئے اور نہ پڑھے گئے، معلوم ہوتا تھا اُن سے پردے ہٹ رہے ہیں، دل کی گرہیں واہوتی چلی جاتی ہیں۔" (احاطہ دار العلوم میں بیتے ہوئے دن: ۱۵۶)

حضرت شیخ الہندؒ کے اخلاق واوصاف میں تواضع، انکساری اور بے نفسی کا رنگ بہت نمایاں تھا، اور یہی آپؒ کی عظمت ومحبوبیت کا راز تھا، آپؒ کی تواضع کا ایک واقعہ یہاں نقل کرتا ہوں

"اجمیر کے معروف عالم دین حضرت مولانا معین الدین صاحبؒ معقولات کے مسلم عالم تھے، حضرتؒ نے شیخ الہندؒ کی شہرت سن رکھی تھی، مولانا کو حضرتؒ سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا تو ایک بار دیوبند تشریف لائے، حضرت شیخ الہندؒ کے مکان پر پہنچے، گرمیوں کا موسم تھا وہاں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو بنیان اور تہبند پہنے ہوئے تھے، مولانا معین الدین صاحبؒ نے اپنا تعارف کرایا اور کہا مجھے مولانا محمود حسنؒ صاحب سے ملنا ہے، وہ صاحب مولانا اجمیریؒ کو بڑے پرتپاک انداز میں اندر لے گئے، آرام سے بٹھایا اور کہا ابھی ملاقات ہوجاتی ہے، اتنے میں وہ صاحب اندر گئے اور شربت لے آئے اور مولانا اجمیریؒ کو پیش کیا شربت پینے کے بعد مولانا اجمیریؒ نے اُن صاحب سے کہا کہ مولانا محمود حسن صاحب کو اطلاع دیجئے، اُن صاحب نے کہا آپ بے فکر رہیں اور آرام سے

تشریف رکھیں، تھوڑی دیر بعد وہ صاحب کھانا لے آئے اور اصرار کیا کہ کھانا تناول فرمائیں، مولانا اجمیریؒ نے کہا میں مولانا محمود حسنؒ صاحب سے ملنے آیا ہوں آپ انہیں اطلاع تو کردیجئے، ان صاحب نے کہا اطلاع ہوگئی ہے، آپ کھانا تناول فرمائیں، ابھی ملاقات ہوجاتی ہے، جب مولانا اجمیریؒ نے کھانا کھالیا تو ان صاحب نے پنکھا جھلنا شروع کردیا، جب دیر ہوئی تو مولانا اجمیریؒ برہم ہوگئے، اور فرمایا: آپ میرا وقت ضائع کررہے ہیں، میں مولانا سے ملنے آیا تھا اتنی دیر ہوچکی، ابھی تک آپ نے مولانا محمود حسنؒ صاحب سے ملاقات نہیں کرائی، اس پر وہ صاحب بولے: دراصل بات یہ ہے کہ یہاں مولانا تو کوئی نہیں، البتہ محمود خاکسار ہی کا نام ہے، مولانا معین الدین اجمیریؒ یہ سن کر ہکا بکا رہ گئے۔" (تذکرے ص ۲۰۸)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

"حضرت شیخ الہندؒ کے یہاں رمضان المبارک میں یہ معمول تھا کہ عشاء کے بعد تراویح شروع ہوتی تھی تو فجر تک ساری رات تراویح ہوتی تھی، ہر تیسرے یا چوتھے روز قرآن کریم مکمل ہوتا تھا، ایک صاحب تراویح میں قرآن سناتے اور حضرت والاؒ پیچھے کھڑے ہوکر قرآن سنتے تھے، تراویح سے فارغ ہونے کے بعد حافظ صاحب حضرت والاؒ کے قریب ہی کچھ دیر کے لیے آرام کرتے تھے، حافظ صاحب فرماتے ہیں ایک دن میری آنکھ کھلی تو دیکھا کوئی آدمی میرے پاؤں دبا رہا ہے، میں سمجھا شاید کوئی طالب علم ہوگا، کافی دیر بعد جب میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو حضرت شیخ الہندؒ میرے پاؤں دبا رہے تھے، میں ایک دم سے اٹھا اور کہا حضرت! یہ آپ نے کیا غضب کردیا؟ حضرت نے فرمایا غضب کیا کرتا تم ساری رات تراویح میں کھڑے رہتے ہو، میں نے سوچا کہ دبانے سے تمہارے پاؤں کو آرام ملے گا، اس لیے دبانے کے لیے آگیا۔" (اصلاحی خطبات جلد ۵ ص ۳۵)

آپؒ نے بہت سی تحاریک کی قیادت فرمائی، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، اسیر مالٹا رہے، ایک طرف قید مالٹا کا با مشقت مرحلہ تھا دوسری طرف موسم کی ناسازگاری تھی، مالٹا میں سرد ہوائیں چلتی تھیں، ان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مدنیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"جہاں یہ قافلہ رکھا گیا تھا، اگرچہ یہ خندق میں واقع تھا، مگر چونکہ اس میں خیمے تھے، اس لیے وہ سردی سے پوری طرح حفاظت نہ کرسکتے تھے، کھلا ہوا میدان تھا، باوجود یہ کہ ہم اپنے کپڑوں کو پہنے ہوئے دو دو کمبل اور ایک ایک چادر اوڑھے ہوئے گدوں پر ایک کمبل بچھائے ہوئے ہوتے تھے، صبح نماز کے لیے خیمہ سے سر نکالنا ایک عذاب الیم کا سامنا ہوتا تھا، سرد ہوا کے تھپیڑے اس شدت سے لگتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ جسم کٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا"۔ (سفرنامہ مالٹا ص ۹۱)

ان سب کے ساتھ جسمانی ظلم و تشدد کے صبر آزما مرحلوں سے بھی آپؒ کو گزرنا پڑا، حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"حضرت شیخ الہندؒ کی تدفین کے بعد ان کے مجسم ایثار اور سراپا فدائیت شاگرد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے دریافت کیا گیا کہ حضرتؒ کو غسل دیتے وقت کمر پر عجیب طرح کے نشانات دیکھنے میں آئے، ایسا لگتا تھا پشت کو آگ سے داغا گیا ہو، یہ سن کر حضرت مدنیؒ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ یہ میرے حضرت کا راز تھا، حضرتؒ نے تاکید کی تھی میری زندگی میں کسی کو یہ راز مت بتانا، میں نے اس عہد کی پابندی کی؛ لیکن اب عرض کرتا ہوں کہ مالٹا کی قید کے دوران ایک موقع پر جب انگریزوں کی طرف سے بے حد اصرار ہوا کہ تم اپنا مؤقف بدل دو اور ہماری حمایت کا اعلان کر دو، مگر حضرت شیخ الہندؒ نے منع فرما دیا اور اپنے مؤقف پر ثابت قدم رہے، انگریزوں نے آگ جلوائی، انگارے گرم کیے، انگاروں پر حضرت شیخ الہندؒ کو لٹایا گیا، پوری پشت جھلس گئی، جب حضرت کمرے میں واپس آئے تو تکلیف اتنی شدید تھی کہ سونا مشکل تھا، ناقابل بیان کیفیت تھی، ہم سے حضرتؒ کی یہ حالت برداشت نہیں ہو رہی تھی، ہم نے ادب سے عرض کیا: حضرت! شریعت میں جان بچانے کے لیے حیلے کی اجازت ہے، جان بچانے کے لیے اگر آپؒ انگریزوں کے سامنے کوئی ذو معنیٰ مبہم بات کہدیں تو کیا حرج ہے؟ یہ سن کر حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا: "حسین احمد! تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ میں روحانی بیٹا ہوں حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کا، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت خبیب (رضی اللہ عنہ) کا، میں روحانی بیٹا ہوں امام اعظمؒ کا، میں روحانی بیٹا ہوں، امام مالکؒ کا، میں روحانی بیٹا ہوں شاہ ولی اللہؒ کا، یہ لوگ میرے جسم سے جان تو نکال سکتے ہیں، مگر میرے دل سے ایمان نہیں نکال سکتے"۔ (خطبات ہند جلد ا ص ۲۵۳)

اس مرحلے کو حضرت شیخ الہندؒ نے کس ی عزیمت وثابت قدمی کے ساتھ سر کیا، جسم لاغر تھا، عمر کا بھی تقاضا تھا، لیکن اس سب کے باوجود حضرت کے معمولات میں کوئی فرق نہ آیا، قیام اللیل، تلاوت، ذکر، انابت ودعا کے جو معمولات تھے وہ تمام معمولات اسی شان سے جاری رہے۔

شیخ الہندؒ کی زندگی کا فکر انگیز اور سبق آموز پہلو یہ ہے کہ اُمت کو قرآن سے جوڑنے اور وحدت کی لڑی میں پرونے کا وہ مبارک جزبہ جو اُن کے سینے میں موجزن تھا، مالٹا سے رہائی کے بعد ایک رات دارالعوم دیوبند میں بعد از نماز عشاء علماء کے ایک بڑے مجمع کے سامنے اپنا یہ جذبہ پیش کرتے ہوئے فرمایا:

"ہم نے مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں، میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں، تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے، ایک قرآن چھوڑ دینا، دوسرا آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی، اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لیکر آیا ہوں کہ اپنی باقی کی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً ومعناً عام کیا جائے، بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب بستی بستی قائم کیے جائیں، بڑوں کو عوامی درس کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس

کرایا جائے اور قرآنی تعلیم پر عمل کے لیے آمادہ کا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے"۔(وحدت امت از مفتی محمد شفیع عثمانیؒ ص ۵۰،تذکرے از مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ص ۲۰۴)

تعلیمی، دعوتی اور تحریکی سرگرمیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الہندؒ سے تصنیفی وتالیفی کام بھی لیا، اس سلسلہ کا سب سے قابل قدر کام" ترجمہ قرآن" ہے، حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے ترجمہ قرآن کو آپ نے آسان اردو میں منتقل فرمایا، یہ کام آپؒ نے ۱۳۲۷ھ میں دیوبند میں شروع کر دیا تھا لیکن اس کی تکمیل اسارت مالٹا میں ہوئی، ساتھ ہی سورۃ نساء تک تفسیری حواشی بھی آپؒ نے لکھے، اس کی تکمیل کی سعادت بعد میں آپ کے شاگرد حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے حصہ میں آئی۔

۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء بمطابق ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ بروز منگل بوقت چاشت حضرت شیخ الہندؒ نے دہلی میں، یہ آرزو لیے رخصت ہوئے کہ افسوس میں بستر پر مر رہا ہوں، حسرت تو یہ تھی میدان جہاد میں ہوتا اور اعلاء کلمۃ الحق کے جرم میں میرے ٹکڑے کر دیئے جاتے اس شوق شہادت کے ساتھ آپ اپنے رب سے جا ملے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

ہزاروں عقیدت مندوں نے آپؒ کی نماز جنازہ ادا کی اور قبرستان قاسمی میں اپنے استاذ حجۃ السلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے جوار میں آپؒ کو سپرد خاک کیا گیا۔

مٹی میں کیا سمجھ کے چھپاتے ہو دوستو
گنجینۂ علوم ہے، گنجِ زر نہیں۔

☆☆☆☆

نماز کی سنن قبلیہ و بعدیہ: اہمیت وفضیلت!

مولانا عبدالقوی ذکی حسامی، امام وخطیب مسجد لطف اللہ حیدرآباد

عقیدہ توحید کے بعد سب سے اہم ترین فریضہ نماز ہے، بیشمار آیات وروایات، اس حکم کی فرضیت کے متعلق کتاب وسنت میں مذکور ہیں، اللہ سے قرب کا آسان اور قریب ترین راستہ ہے،

اقرب مایکون العبد من ربه وهو ساجد

بندہ اپنے پروردگار سے قریب تر سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔(ابوداؤد)

نماز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، حضرات صحابہ کرامؓ نے اس فریضہ کے آنے پر عید جیسی خوشی منائی، یہ فریضہ نماز کسی بیماری اور مجبوری میں معاف نہیں ہے، نیز احادیث مبارکہ میں فرائض کے علاوہ دیگر نمازوں کی ترغیب دی گئی ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس سلسلہ میں متواتر عمل بھی ثابت ہے، اصطلاح شرع میں اُن نمازوں کو نوافل کہا گیا ہے، تاہم جن نمازوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہتمام کیساتھ ادا فرمایا، انہیں سنت موکدہ کہا جاتا ہے، نماز سے پہلے اور بعد کی جو سنتیں ہیں ان کی اہمیت کیلئے یہی بات کافی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سنتوں کو نہایت اہتمام سے ادا فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ آگے آئے گا، عام طور پر جو کوتاہی اور لاپرواہی اس حوالہ سے برتی جارہی ہے، وہ بہت ہی تکلیف دہ ہے، بالخصوص نوجوان طبقہ اسکا زیادہ شکار ہے، اس باب میں ہر نماز کے سنن سے متعلق مستقل فضائل ہیں، مجموعی لحاظ سے بھی ان سنن کی فضیلت آئی ہے، جو ہمیں عمل پر ابھارنے کیلئے کافی ہے، چنانچہ جو بندہ دن میں بارہ رکعتیں اہتمام سے ادا کرتا ہے اس کیلئے جنت میں ایک محل اللہ تعالیٰ کی جانب اس کو دیا جائے گا،

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من صلىٰ في يوم وليلة ثنتى عشرة ركعة بنى له بيت في الجنة (ترمذی) وہ کونسی بارہ رکعتیں ہیں۔ دو فجر سے پہلے کی، چار ظہر سے قبل اور دو بعد ظہر کے، دو مغرب بعد کی، اور عشاء کے بعد کی دو رکعتیں۔ ان میں سے ہر نماز کے سنتوں کی علیحدہ فضیلت ہے، جسکا عملاً التزام ہم پر ضروری ہے۔

فجر کی سنتوں کے متعلق فضائل؛ دن کے آغاز میں جو نماز پڑھی جاتی ہے وہ فجر کہلائی جاتی ہے، اسکی سنتوں کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑے جامع فضائل مسطور ہیں،

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لاتدعوهما وان طردتكم الخيل (ابو داؤد۔ بروایت ابو هريره رضی اللہ عنہ) ن
بی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو رکعت سنت نہ چھوڑو اگر چہ تمہاری یہ حالت ہو کہ گھوڑے تم کو دوڑا رہے ہیں، مطلب یہ کہ تم کہیں سفر پر تیزی جا رہے اور گھوڑوں کی پیٹ پر سوار ہو تب بھی اس سنت کو ترک نہ کرو، ایک مقام پر سنت فجر کی فضیلت یوں بیان فرمائی **لم يكن النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم على شئيء من النوافل اشد تعاهدا منه على ركعتي الفجر (بخاري ومسلم بحواله مشكاة ۔ بروایت عائشه رضی اللہ عنہا)**

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوافل میں سب سے زیادہ فجر کی دو رکعت سنت کا اہتمام فرمایا کرتے تھے، سنتوں میں سے کسی سنت کی قضا نہیں ہے، مگر فجر کی سنت کی قضا ایک روایت سے ثابت ہے

من لم يصل ركعتي الفجر فليصلهما بعد ماتطلع الشمس (ترمذى، معارف الحديث۔ راوى ابو هريره رضی اللہ عنہ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اسکو چاہیئے وہ سورج نکلنے کے بعد ادا کرے، ان روایات کی روشنی میں حضرت حسن بصریؒ کے نزدیک اور امام ابو حنیفہؒ کے ایک قول کے مطابق فجر کی سنت واجب ہے، (تحفۃ القاری، محدث پالنپوریؒ)۔ علاوہ ازیں یہ حکم بھی فجر کی سنت کے ساتھ خاص ہے کہ جب کوئی آدمی نماز فجر کیلئے مسجد میں داخل ہو، اور فرض نماز شروع ہو چکی ہو، اس نو وارد کو یہ گمان غالب ہو کہ اسکو کم از کم دوسری رکعت یا قعدہ اخیرہ مل جائے گا، تو اسکو چاہیئے کہ اول سنت ادا کرے، پھر نماز میں شامل ہو جائے، **واذا خاف فوت ركعتي الفجر لاشتغاله بسنتها تركها لكون الجماعة اكمل والا بان رجا ادرك ركعة في ظاهر المذهب (رد المختار مع الدر المختار)** اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوئے، نماز شروع ہو چکی تھی، تو آپؓ نے پہلے سنت ادا کی، پھر جماعت میں شامل ہوئے، (شرح معانی الآثار) **انه دخل المسجد والامام في الصلاة فصل ركعتي الفجر** ان روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ کے نزدیک فجر کی سنت کی کس قدر اہمیت تھی، اور انہوں نے اس سنت کا کس طرح اہتمام کیا۔

ظہر کے سنتوں کے متعلق فضائل: زوال شمس کے بعد پڑھی جانے والی نماز ظہر کہلاتی ہے، اسکی سنت کے فضائل بھی قریب قریب فجر کی سنت کے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا جو ان سنتوں کی حفاظت کرے گا، (یعنی روزانہ ادا کرے گا) اللہ اسکو دوزخ کی آگ پر حرام کر دے گا، **من حافظ على اربع ركعات قبل الظهر واربع بعدها حرمه الله على النار (ترمذى، ابو داؤد، ابن ماجه ۔ بروایت ام حبيبه رضی اللہ عنہا)** صاحب معارف الحدیثؒ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعد ظہر دو رکعت پڑھنا زیادہ ثابت ہے، جو کہ سنت موکدہ کہلائی جاتی ہیں البتہ چار رکعتوں کی صورت یہ ہوگی کہ دو سنت موکدہ اور دو نفل، (معارف الحدیث)

ایک دوسری روایت میں حدیث کا یہ مضمون آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں جن کے درمیاں سلام نہ پھیرا جائے ،ان کیلئے آسمان کے دروازے (یعنی جنت کے دروازے) کھل جاتے ہیں ،(سنن ابوداؤد۔ابن ماجہ،راوی ابوایوب الانصاریؓ)**قال النبی ﷺ اربع قبل الظھر لیس فیھن تسلیم تفتح لھن ابواب السماء۔**

عصر کی سنتوں کے فضائل ؛ نماز عصر جودن کے درمیانی حصہ میں ادا کی جاتی ہے،اس نماز کی سنت کے سلسلہ میں صرف آپ ﷺ کا ترغیبی ارشاد ملتا ہے، جسکا اہتمام کرنے پر بندہ مستحق ثواب ہوتا ہے،آقا ﷺ کا فرمان ہے

رحم اللّٰہ امرأ صلیٰ قبل العصر اربعاً (مسند احمد بحوالہ معارف الحدیث، راوی ابن عمرؓ)

اللہ کی رحمت ہواس بندے پر جو پڑھے عصر سے پہلے چار رکعات ،اگر چہ اس سنت کا حکم کوئی تاکیدی نہیں ہے،مگر طالب آخرت کیلئے اعمال صالحہ بہترین سرمایہ ہے، جواسی دنیا میں وہ کرسکتا ہے،اسی طرح آپ ﷺ سے عصر سے پہلے دوگانہ نماز ادا فرمانا بھی ثابت ہے،**کان رسول اللّٰہ ﷺ یصلی قبل العصر رکعتین (ابوداؤد، مشکاۃ، بروایت حضرت علیؓ)** چونکہ یہ سنت ۔۔۔سنت غیر موکدہ ہے،اس سلسلہ میں اس سنت کا حکم یہ کہ اسکے پڑھنے والے کوثواب ،اورنہ پڑھنے والے کوکوئی گناہ نہیں، البتہ سنت موکدہ باصرار چھوڑنے والا گنہگار ہوگا،اگر ہم ایسے وقت مسجد پہنچے اور کچھ وقت جماعت کیلئے باقی ہو،تو بجائے قیل وقال کے دو یا چار رکعت پڑھ کر اس فضیلت کوحاصل کریں۔جیسا کے روایات سے معلوم ہوا۔

مغرب کی سنتوں کے فضائل ؛ نماز مغرب غروب آفتاب کے فوراً بعد پڑھی جاتی ہے،اسکی سنتوں کی بھی بڑی فضیلت احادیث میں واضح طور پر آئی ہیں،آپ ﷺ فرماتے تھے جو بندہ مغرب کے بعد چھ رکعت سنت پڑھے اسکے گناہ بخش دئے جائیں گے اگر چہ سمندر کے کف کے برابر ہوں،**قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من صلیٰ بعد المغرب ست رکعات غُفرت لہ ذنوبہ وان کانت مثل زبد البحر (طبرانی)** اللہ کی رحمت اپنے بندوں پر کس طرح مہرباں ہے، ذراسی کوشش سے بندہ اپنی ڈھیر سارے گناہ بخش والے،اور پاک ہوجائے،درحقیقت یہ فضائل ہمارے لئے ہیں،شب روز میں آدمی اللہ کی کتنی نافرمانی کرتا ہے، پھر بھی اللہ ہمارے لئے بخشش کے دروازے کھولے ہوئے ہے،ایک دوسری روایت میں ہیکہ جس نے بعد نماز مغرب بات کرنے سے پہلے دو یا چار رکعات نماز پڑھی،اللہ اسکی نماز کوجنت کے اعلیٰ مقام علیین تک اٹھائے گا،**قال النبی ﷺ من صلیٰ بعد المغرب قبل ان یتکلم رکعتین وفی روایۃ اربع رکعات رفعت صلاتہ فی علیین (مشکاۃ)** مطلب یہ ہیکہ اس کے اس عمل کو ساتویں آسمان تک اٹھایا جائے گا،ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ آخرت میں اسکا یہ عمل اللہ سے قرب کا ذریعہ بنے گا واقربھا من اللہ فی الآخرۃ (باب السنن وفضلھا،ص ۲۹۸ لمعات شرح مشکاۃ)۔

عشاء کے سنن کے فضائل ؛ دن کی آخری نماز عشاء کی نماز ہے، اسکے سنن کا اہتمام بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے، حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہیکہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کیساتھ آپ ﷺ کے گھر میں عشاء کے بعد دو رکعت نماز پڑھی صلیت مع رسول اللہ ﷺ ....الخ ورکعتین بعد العشاء فی بیته (بخاری و مسلم) اور ابوداؤد کی روایت میں نبی ﷺ کا یہ عمل مذکور ہے کہ آپ ﷺ جب بھی حضرت عائشہؓ کے یہاں تشریف لاتے چار یا چھ رکعات ضرور ادا فرماتے۔(ابو داؤد، معارف الحدیث، بروایت عائشہؓ) قالت ما صلیٰ رسول اللہ ﷺ العشاء قط فدخل علی الا اربع رکعات او ست رکعات اس حدیث کے ذیل میں محدثین فرماتے ہیں جمہور ائمہ کے نزدیک تو وہی دو رکعت سنت موکدہ ہیں جو ابن عمرؓ کی روایت سے منقول ہے، البتہ ان دو رکعت کے علاوہ آرام فرمانے سے پہلے مزید دو یا چار رکعت آپ ﷺ پڑھتے تھے۔ان فضائل کے ہوتے ہوئے بھی سنتوں کے سلسلہ میں اگر ہمارا معاملہ کوتاہی والا ہے تو سمجھو بہت بڑی محرومی ہم اپنے سر لے رہے ہیں، جسکا اندازہ ہمیں کل قیامت میں ہوگا۔

☆☆☆☆

آباد مساجد عذاب الٰہی سے نجات کا سبب

محترم عبدالمطلب اکاخیل

اللہ رب تعالیٰ تخلیقِ کائنات کے بعد انسان کو آزماتا ہے نعمتوں اور خوش خبریوں کے ساتھ ساتھ کچھ کھٹن حالات اور مشکلات سے بھی گزارتا ہے ایسے میں وہ لوگ جو اللہ رب العزت کی طرف راغب ہوتے ہیں وہی کامیابی پانے والے ہیں۔

آج پوری دنیا کرونا وائرس جیسے عذاب میں مبتلا ہے۔لیکن ہم دین سے اب بھی دور ہیں۔اب بھی ہمارے گھروں میں ناچ گانوں کی محفلیں سج رہی ہیں۔آج بھی ہم نے اپنے بچوں کو خرافات میں مشغول کر کے رکھا ہے۔انٹرنیٹ پر دن تمام ہوجاتا ہے اور ایسے وقت میں کہ ایک طرف بہت بڑا امتحان ہے دوسری طرف ہم بے فکر ہیں خوف خدا کا تصور ہی ہم بھول گئے ہیں۔مساجد کو آباد رکھنے والوں کے لئے بے شمار فضیلتیں قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں سے زیادہ محبوب مساجد ہیں اور سب سے زیادہ ناپسند جگہیں بازار ہیں۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مساجد زمین میں اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، یہ آسمان والوں کے لئے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لئے آسمان کے ستارے چمکتے ہیں۔(طبرانی)

حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس نے کوئی مسجد بنائی جس میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیتے ہیں۔(صحیح ابن حبان)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو لوگ اندھیروں میں بکثرت مسجدوں کو جاتے رہتے ہیں ان کو قیامت کے دن پورے پورے نور کی خوشخبری سنا دیجئے۔(ابوداود، ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح اور شام مسجد جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مہمان نوازی کا انتظام فرماتے ہیں، جتنی مرتبہ صبح یا شام مسجد جاتا ہے اتنی ہی مرتبہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے مہمان نوازی کا انتظام فرماتے ہیں۔(بخاری ومسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی کو بکثرت مسجد میں آتے جاتے دیکھو تو اس کے ایماندار ہونے کی گواہی دو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ (ترمذی)

اللہ رب العزت کے احکامات کے برعکس ہم نے مساجد اور یہاں تک کہ حرم شریف میں بھی کرونا جیسے عذاب سے بچنے کے لیے پابندیاں لگا دی ہیں۔ جہاں ہم کو زیادہ نمازوں کی ضرورت ہے اور مساجد کو آباد کرنے کی ضرورت ہے وہاں ہمیں مساجد سے دور رکھا جا رہا ہے بلکہ ہم خود دور ہوتے جا رہے ہیں اور حدیث میں ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم! کہ میں زمین والوں کو عذاب کرنا چاہتا ہوں لیکن اپنے گھروں کے آباد کرنے والوں اور اپنی راہ میں آپس میں محبت رکھنے والوں اور صبح سحری کے وقت استغفار کرنے والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب ہٹا لیتا ہوں۔ (**بیهقی فی شعب الایمان:۹۰۵۱**)

یعنی اگر ہم تقویٰ اختیار کریں اور اللہ سے معافی مانگیں تو اللہ ہمیں عذاب سے نجات دلاتے ہیں۔

ابن عساکر میں ہے کہ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ وہ الگ تھلگ پڑی ہوئی ادھر ادھر کی بکری کو پکڑ لے جاتا ہے پس تم پھوٹ اور اختلاف سے بچو جماعت کو اور امام کو اور مسجدوں کو لازم پکڑے رہو۔ [**مسند احمد ۵/۳۲**)

مساجد کو آباد کرنے والوں کو قرآن میں اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ قرار دے رہا ہے۔

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَى أُولَئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ (سورۃ التوبہ ۱۸)

اللہ کی مسجدیں تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا۔ تو یہ لوگ امید ہے کہ ہدایت پانے والوں سے ہوں گے۔

اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ مسجدیں اس زمین پر اللہ کا گھر ہیں۔ جو یہاں اللہ تعالیٰ کا ان پر حق ہے کہ وہ ان کا احترام کریں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو نماز کی اذان سن کر پھر بھی مسجد میں آ کر باجماعت نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مسجدوں کی آبادی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے اور قیامت کے ماننے والے ہی ہوتے ہیں۔ (**سنن ابن ماجه: ۷۹۳، قال الشيخ الألباني: صحيح**)

پھر فرمایا یہ پانچ وقت کے نمازی جو بدنی عبادت نماز کے پابند ہوتے ہیں اور مالی عبادت زکوۃ کے بھی ادا کرنے والے ہوتے ہیں ان کی بھلائی اپنے لیے بھی ہوتی ہے اور پھر عام مخلوق کے لیے بھی ہوتی ہے ان کے دل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے ڈرتے نہیں یہی راہ

یافتہ لوگ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات قسم کے آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے (رحمت کے) سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔۔۔اُن سات لوگوں میں سے ایک وہ شخص بھی ہے جس کا دل مسجد سے اٹکا ہوا ہو (یعنی نمازوں کو وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرتا ہو)۔(بخاری ومسلم)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ جس کا گھر مسجد ہو (یعنی مسجدوں سے خصوصی تعلق ہو) اسے راحت دوں گا، اس پر خصوصی رحمت نازل کروں گا، پل صراط کا راستہ آسان کردوں گا، اپنی رضا نصیب کروں گا اور اسے جنت عطا کروں گا۔(طبرانی)

جس نے ایک اللہ پر ایمان لایا قرآن وحدیث کے احکامات کی پابندی کی، جس کے دل میں صرف اللہ کا ڈر رہا اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو یہ وہ لوگ ہیں راہ یافتہ اور کامیاب اور بامقصد ہیں۔



وسعت رزق کو اکرام اور تنگ دستی کو اہانت نہ سمجھو بلکہ امتحان سمجھو

محترمہ زنیرہ گل

اللہ رب کریم نے انسان کی تخلیق کی اور اس دنیا کو کمرہ امتحان بنا کے انسان کو آزمائش میں ڈال دیا ہے۔تقدیر پر ہمارا ایمان ہے۔اور اللہ نے انسان کو اپنے اعمال کے لیے مختار بنایا ہے۔اب انسان اپنی مرضی کا مالک ہے کہ وہ اعمال صالحہ کا راستہ اپناتا ہے یا کہ اعمال بد کا۔اس امتحان میں کامیابی دراصل اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے۔

يَاأَيُّهَاالَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (آل عمران:۱۰۲)

اے ایمان والو! اللہ سے ایسے ڈرو جیسے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت صرف اسلام کی حالت میں ہی آئے۔

اللہ راضی ہیں تو بیڑا پار اور پھر اللہ نے انعامات بھی رکھے ہیں جو ہماری سوچ سے بھی بہت زیادہ ہیں سورہ رحمٰن میں کچھ نعمتوں کا ذکر ہے جو جنت میں ہمارے لیے ہیں اور اللہ کی ناراضگی کو مول لینے والے کے لیے ہمیں ڈرایا بھی گیا ہے کہ جہنم کے عذابات ہیں جو گنہگاروں کے منتظر ہیں۔

فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ (سورۃ الفجر آیت ۱۵)

پس لیکن انسان جب اس کا رب اسے آزمائے، پھر اسے عزت بخشے اور اسے نعمت دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت بخشی۔

اس دنیا میں اللہ رب کریم انسان کو کچھ نعمتیں اور کچھ زحمتیں دے کر آزماتا ہے کہ میرا بندہ میرے امتحان میں کامیاب ہوتا ہے یا ناکام ہو کر جہنم کا ایندھن بنتا ہے۔

اس دنیا میں اگر کسی کے رزق میں وسعت دی گئی ہے اور اسے نعمتوں سے نوازا ہے مال و دولت کی فراوانی سے سرفراز کیا ہے تو انسان اس کو اللہ کی طرف سے اکرام نہ سمجھے بلکہ اللہ کا امتحان سمجھے۔

وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ، كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ (سورۃ الفجر آیت ۱۶)

اور لیکن جب وہ اسے آزمائے، پھر اس پر اس کا رزق تنگ کر دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔

یعنی جب انسان پر اس دنیا میں رزق کی تنگی آئے مفلسی اور بے چارگی آئے تو تنگ دستی میں انسان یہی سمجھتا ہے کہ اللہ رب کریم کی ناراضگی ہے اسے بھی خفت نہیں بلکہ امتحان سمجھنا چاہئے۔ یہ بھی اللہ کا امتحان ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو دونوں حالتوں میں آزماتا ہے۔ جس طرح سورہ المؤمنون میں ہے"مال و اولاد کے بڑھ جانے کو یہ لوگ نیکیوں کی زیادتی سمجھتے ہیں دراصل یہ ان کی بے سمجھی ہے"۔

اللہ رب کریم ہماری ان دونوں حالتوں کے سلسلے میں ہمارے خیالات کی تردید کرتا ہے کہ ایسا نہیں جسے اللہ مال کی وسعت دے اس سے وہ خوش ہے اور جس میں تنگی کرے اس سے ناخوش ہے بلکہ خوشی اور ناخوشی کا مدار ان دونوں حالتوں میں عمل پر ہے غنی ہو کر شکر گزاری کرے تو اللہ کا محبوب اور فقیر ہو کر صبر کرے تو اللہ کا محبوب اللہ تعالیٰ اس طرح اور اس طرح آزماتا ہے۔

☆☆☆☆

دونوں جہانوں کا رب مجھے دیکھ رہا ہے

محترمہ رعنا

زندگی کوشش کرنے ،شیطان اور اپنے نفس سے جنگ کرنے کا نام ہے وہ رب آپکی کوششیں ہی تو دیکھتا ہے نیکی کرنے اور گناہ سے رک جانے کے لیے بس ایک ہی جملہ کافی ہے کہ "دو جہانوں کا رب مجھے ابھی دیکھ رہا ہے" وہ چاہے تو ابھی ہی مجھے میرے گناہوں کی سزا دے دے مگر وہ دیکھتا ہے وقت دیتا ہے کہ شاید اب کہ شاید اب میرا بندہ میری طرف پلٹ آئے اس قدردان کی راہ میں خود کی قربانی دے کر اللہ کے پسندیدہ بننے کی کوشش کرتے رہیں مومن کی صفت سمعنا واطعنا والی ہوتی ہے کہ میں نے اپنے رب کا حکم سنا اور رب کے حکم کی اطاعت کی تو پھر کریں گے نہ اللہ کے ہر ہر حکم کی اطاعت؟؟؟ بے شک دل چاہے نیکیاں کرنے اور گناہ سے رک جانے پر ہمارا دل راضی ہو یا نہ ہو مگر پھر بھی خود کے ساتھ زبردستی کریں ہمارے لیے اپنے رب کو راضی کرنا اہم ہے نہ کہ اپنے دل کی سننا زندگی کے لمحوں کو پر لگ گئے ہیں وقت ایسے گزرتا ہے پتہ بھی نہیں چلتا اب تو ہمارے پاس وقت بہت کم ہے ہم اپنے رب کی طرف جلد ہی لوٹنے والے ہیں اور ہمیں ہر لمحہ کوشش کرنی چاہیے اللہ کا پیارا بننے کی پھر کوشش کریں گے نہ ؟؟؟

☆☆☆☆